بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز کا طریقہ انگلش میں لکھنا کیسا ؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا مکمل نماز کے طریقے کو انگریزی میں لکھ سکتے ہیں تاکہ نو مسلم جلد از جلد نماز سیکھ لے ؟

جواب

اسلام نے نو مسلم کے لیے دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں آسانی، تدریج اور سہولت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے نو مسلم کی تعلیم و تربیت، اس کے سوالات کے جوابات اور دین کی بنیادی تعلیمات کی تفہیم کے لیے مختلف زبانوں میں رہنمائی کی اجازت دی ہے، تاکہ وہ جلد از جلد اسلام کے احکام سے واقف ہو کر ان پر عمل پیرا ہو سکے، یہ ایک بالکل واضح بات ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے، تاہم جس طرح اسلام تعلیم و تعلم میں آسانی کا حکم دیتا ہے، اسی طرح دین کے بعض بنیادی اور مقدس اجزاء کی اصل ہیئت و صورت کو محفوظ رکھنے کا بھی خاص اہتمام کرتا ہے، پھر یہ حقیقت بھی بالکل واضح ہے کہ جب کوئی شخص کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو گویا وہ عہد کرتا ہے کہ دینِ اسلام کے ہر حکم کو مانے گا، چاہے وہ احکام اس کے لیے ابتدائی طور پر مشکل ہوں یا آسان اور یہی دین حنیف کی فطرت کا تقاضا بھی ہے کہ اس کے جملہ احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔

اس تناظر میں سوال میں پوچھے گئے مسئلے کے دو پہلو ہیں، ایک تو یہ ہے کہ نماز کے اعمال، ارکان، رکوع و سجود کی ترتیب، نیت اور دیگر عملی مسائل کو انگریزی یا کسی بھی دوسری زبان میں تحریر کیا جائے، جبکہ قرآنی آیات اور نماز کے اذکار عربی رسم الخط ہی میں باقی رہیں، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بلکہ نو مسلم کو نماز سکھانے کے لیے اس کی اپنی زبان میں نماز کا طریقہ، شرائط، فرائض اور واجبات سمجھانا مفید اور باعثِ معاونت ہے، کیونکہ اس سے وہ عبادت کے عملی طریقے کو جلد اور بہتر انداز میں سیکھ سکتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ نماز میں پڑھے جانے والے اذکار، سورتوں اور قرآنی آیات کو رومن حروف میں لکھ دیا جائے تاکہ نو مسلم انہیں پڑھ کر نماز ادا کر سکے، تو اس کی اجازت نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اپنے الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ لہٰذا ہر وہ عمل جو قرآنِ کریم کی اصل صورت، اس کے الفاظ یا اس کے معانی میں تبدیلی یا فساد کا سبب بنے، جائز نہیں، اسی لیے عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک قرآنِ مجید عربی زبان اور رسمِ عثمانی ہی میں لکھا جاتا رہا ہے، اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کو اسی رسم میں لکھنا واجب اور اس کی اصل ہیئت کو برقرار رکھنا ضروری ہے، رومن رسم الخط میں قرآن لکھنے کی صورت میں نہ صرف رسمِ عثمانی کی مخالفت لازم آتی ہے بلکہ یہ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿بِلِسَانٍ

عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ کے بھی خلاف ہے، لہٰذا رومن رسم الخط میں لکھی گئی عبارت قرآنِ مجید نہیں کہلائے گی۔ رومن رسم الخط میں قرآن مجید لکھنے میں صرف یہی ایک خرابی نہیں بلکہ اس کے اور بھی کئی مفاسد ہیں اور قرآن مجید کے الفاظ کے علاوہ دیگر اذکارِ نماز لکھنے میں یہی مفاسد ہیں :

() عربی زبان میں بہت سے ایسے حروف ہیں جو سننے میں قریب معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کے مخارج اور صفات مختلف ہیں، مثلاً : س، ص، ث اور ز، ذ، ظ۔ جبکہ انگریزی رسم الخط میں ان کے لیے الگ الگ حروف موجود نہیں، چنانچہ س، ص اور ث کے لیے (S) اور ز، ذ، ظ کے لیے (Z) استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مختلف عربی الفاظ ایک ہی انداز میں لکھے جانے لگتے ہیں، حالانکہ ان کے معانی الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر زاہر اور ظاہر دو مختلف الفاظ ہیں، لیکن رومن رسم الخط میں دونوں کو عموماً (Zahir) لکھا جائے گا۔ اب پڑھنے والا یہ نہیں جان سکے گا کہ اصل لفظ کون سا ہے اور یہ نظم و معنیٰ کی حفاظت کے بالکل خلاف ہے پھر اگر نماز کے اندر فسادِ معنیٰ والی صورت واقع ہو تو نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

() بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مختلف حروف کے امتیاز کے لیے اضافی علامات مقرر کر دی جائیں، تو اس خرابی کو ختم کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ حل بھی قابلِ قبول نہیں، کیونکہ اولاً، عربی حروف کے تمام مخارج و صفات کو رومن علامات کے ذریعے صحیح طور پر منتقل کرنا انتہائی دشوار بلکہ عملاً ناممکن ہے۔ ثانیاً، اس صورت میں بھی رسم عثمانی کی مخالفت کے علاوہ دو بڑے مفاسد باقی رہتے ہیں :

(الف) اگر رومن رسم الخط میں قرآن لکھنے کی اجازت دے دی جائے تو رفتہ رفتہ غیر عربی علاقوں میں رومن رسم الخط ہی کا رواج عام ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں عربی رسم الخط سے واقفیت کم ہو جائے گی، قرآنِ مجید اپنی اصل شکل میں کم پڑھا جائے گا اور نئی نسل عربی رسم الخط سیکھنے سے دور ہو جائے گی، حالانکہ عربی متن کے ساتھ وابستگی قائم رکھنا اور اسے رواج دینا ناگزیر دینی تقاضا ہے۔

(ب) قرآنِ مجید میں بعض ایسے حروف بھی موجود ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں لیکن پڑھنے میں ادا نہیں ہوتے، تاہم وہ رسمِ عثمانی کی پیروی میں باقی رکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر "بسم اللہ" میں لفظ "اللہ" کا شروع کا الف رسمِ قرآن کا حصہ ہے، جبکہ رومن رسم الخط میں منتقل کرنے کی صورت میں ان زائد حروف کی نشاندہی ممکن نہیں رہتی اور یوں رسمِ قرآن کے وہ مقاصد فوت ہو جاتے ہیں، مثلاً : بسم اللہ کو رومن رسم الخط میں (Bismillah) لکھا جاتا ہے، یہاں لفظ "اللہ" کے ہمزہ کی نشاندہی کرنے والا سرے سے کوئی حرف ہی موجود نہیں۔ اگر "I" کے بعد "A" ہمزہ کی نشاندہی کے لیے لکھا جائے تو رومن خط کے لحاظ سے اس لفظ کا تلفظ ہی بدل جائے گا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر قرآنِ مجید کو رومن رسم الخط میں لکھنا درست نہیں تو کم از کم نماز کے اذکار، تسبیحات، تشہد اور دیگر عربی کلمات کو رومن میں لکھنے کی اجازت ہونی چاہیے، لیکن یہ بات بھی درست نہیں، کیونکہ نماز اسلام کی عظیم ترین عبادات میں سے ہے اور اس کے اذکار اپنی اصل صورت میں منقول و محفوظ ہیں، لہٰذا انہیں بھی دوسرے کسی رسم الخط میں لکھنا سنت متوارثہ کی خلاف ورزی ہے۔ نیز قرآنِ مجید کو رومن رسم الخط میں لکھنے کی ممانعت صرف رسمِ عثمانی کی مخالفت کی وجہ سے نہیں، بلکہ فسادِ معنیٰ اور غلط تلفظ جیسے مفاسد کے اندیشے کی وجہ سے بھی ہے، اور یہی مفاسد اذکار و تسبیحات میں بھی پائے جاتے ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ جس طرح قرآنی

آیات میں بوجہ خطا معنی فاسد ہونے سے نماز فاسد ہوتی ہے یونہی اذکار و تسبیحات و تکبیرات انتقالات کا معاملہ ہے۔

نومسلم کی ضرورت کا اشکال اور اس کا جواب:

بعض حضرات یہ اشکال پیش کرتے ہیں کہ نو مسلم پر اسلام قبول کرتے ہی نماز فرض ہو جاتی ہے، جبکہ وہ عربی زبان سے ناواقف ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اسے رومن رسم الخط میں سورتیں اور اذکار مہیا کر دیے جائیں تو اس کے لیے نماز سیکھنا آسان ہو جائے گا۔ بظاہر یہ جذبہ دینی خیر خواہی پر مبنی ہے اور قابلِ قدر بھی ہے، لیکن اس کا حل رومن رسم الخط کو رواج دینا نہیں۔

اس کی چند وجوہات ہیں:

() اگر کوئی ایسا شخص مسلمان ہو جو اپنی مادری زبان بھی پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو تو پھر رومن رسم الخط بھی اس کے لیے مفید ثابت نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ تعلیم و تربیت کا ہے، نہ کہ رسم الخط کی تبدیلی کا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا بھر میں لاکھوں غیر عرب مسلمان عربی رسم الخط میں قرآن و نماز سیکھتے اور پڑھتے ہیں، لہٰذا نو مسلم کے لیے بھی یہ کام ممکن ہے۔

() عہدِ رسالت، دورِ صحابہ اور دورِ تابعین سے لے کر اسلام دنیا کے بے شمار ممالک میں پھیلا۔ ان ادوار میں مختلف زبانیں بولنے والے لاکھوں افراد مسلمان ہوئے، مگر کبھی قرآن یا نمازوں کے اذکار کو ان کی زبانوں یا رسم الخط میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، بلکہ یہ سب چیزیں اپنی اصل عربی شکل میں باقی رہیں، اگر یہ طریقہ مصلحت کے تقاضوں کے مطابق ہوتا تو ضرور اپنایا جاتا، مگر تعاملِ امت اس کے خلاف ہے۔

() قرآن صرف دیکھ کر ہی نہیں سیکھا جاتا بلکہ سن کر بھی یاد کیا جا سکتا ہے، اور موجودہ دور میں آڈیو ذرائع اس کام کو مزید آسان بناتے ہیں۔

() جب تک نو مسلم مختصر سورتیں اور ضروری اذکار یاد نہ کر لے، وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے، کیونکہ مقتدی پر قراءت فرض نہیں ہوتی اور اگر وہ اپنی نماز بھی پڑھنا چاہے اور عربی قراءت سے بالکل عاجز ہو تو ایسی صورت میں وہ قراءت کی جگہ کوئی بھی ذکرِ الٰہی جیسے سبحان اللہ، الحمد للہ پڑھ سکتا ہے یونہی قرآن مجید کا اپنی زبان کا ترجمہ بھی پڑھ سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نو مسلم کو نماز کا طریقہ، ارکانِ نماز، شرائط، فرائض اور دیگر عملی مسائل انگریزی یا کسی بھی زبان میں لکھ کر سکھانا، جائز بلکہ مفید ہے، لیکن قرآنِ مجید کی سورتوں یا آیات کو رومن (انگریزی) رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں، یونہی دیگر تسبیحات و اذکار لکھنا بھی ممنوع ہے۔ نو مسلم کی تعلیم و تربیت کا درست طریقہ یہی ہے کہ اسے اس کی زبان میں نماز کا مفہوم اور طریقہ سمجھایا جائے، جبکہ قرآنی آیات اور اذکار کو اصل عربی رسم الخط ہی میں سکھایا جائے، جیسا کہ عہدِ نبوی سے لے کر آج تک امتِ مسلمہ کا معمول چلا آ رہا ہے۔

جزئیات ملاحظہ ہوں:

قرآن مجید کو رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں لکھنا جائز نہیں، امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ اپنی کتاب ”الاتقان فی

علوم القرآن" میں لکھتے ہیں: "وقال أشهب: سئل مالك: هل يكتب المصحف على ما أحدثه الناس من الهجاء؟ فقال: لا إلا على الكتبة الأولى رواه الداني في المقنع، ثم قال ولا مخالف له من علماء الامة وقال الإمام أحمد: يحرم مخالفة مصحف الإمام في واو أو ياء أو ألف أو غير ذلك وقال البيهقي في شعب الإيمان: من كتب مصحفا فينبغي أن يحافظ على الهجاء الذي كتبوا به هذه المصاحف، ولا يخالفهم فيه ولا يغير مما كتبوه شيئا فإنهم كانوا أكثر علما وأصدق قلبا ولسانا وأعظم أمانة منا فلا ينبغي أن يظن بأنفسنا استدراكا عليهم"

ترجمہ: امام اشہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا قرآن کو لوگوں کے رائج کردہ نئے طریقۂ املا کے مطابق لکھا جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں، بلکہ اسی پہلے طریقۂ کتابت کے مطابق لکھا جائے گا جس پر ابتدائی مصاحف لکھے گئے تھے۔ اس روایت کو امام دانی رحمہ اللہ نے المقنع میں نقل کیا، پھر فرمایا: اس مسئلے میں امت کے علماء میں کوئی مخالف معلوم نہیں۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: مصحفِ امام (یعنی مصحفِ عثمانی) کے رسم کے خلاف واو، یا، الف یا کسی اور حرف میں تبدیلی کرنا حرام ہے۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الإیمان میں فرماتے ہیں: جو شخص مصحف لکھے، اسے چاہیے کہ انہی طریقۂ ہجاء (رسم الخط) کی پابندی کرے جس کے مطابق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مصاحف لکھے تھے، اور اس میں ان کی مخالفت نہ کرے، نہ ان کے لکھے ہوئے میں کسی قسم کی تبدیلی کرے؛ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے، زیادہ سچے دل اور زبان والے، اور امانت کے اعتبار سے ہم سے بڑھ کر تھے۔ لہٰذا ہمیں اپنے بارے میں یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ہم ان کی رائے یا عمل کی اصلاح یا تکمیل کرسکتے ہیں۔ **(الاتقان فی علوم القرآن، ج 04، ص 169، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب)**

امام ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی 794ھ "البرھان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں: "وهل تجوز كتابته بقلم غير العربي؟ الأقرب المنع لقولهم: القلم أحد اللسانين والعرب لا تعرف قلما غير العربي وقد قال تعالى: (**بلسان عربي مبين**)"

ترجمہ: اور کیا قرآنِ مجید کو غیر عربی رسم الخط میں لکھنا جائز ہے؟ اس کے جواب میں درستگی کے زیادہ قریب بات عدمِ جواز ہے، کیونکہ علماء نے فرمایا ہے: قلم (یعنی رسم الخط) دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے اور عرب غیر عربی رسم الخط کو نہیں جانتے تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾ روشن عربی زبان میں۔ **(البرھان فی علوم القرآن، ج 01، ص 380، دار احیاء الکتب العربیۃ)**

اس کی بڑی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دورِ رسالت سے آج تک اسی پر اجماع ہے، علامہ عبد العظیم زرقانی متوفی 1367ھ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے "مناھل العرفان فی علوم القرآن" میں لکھا ہے: "أن رسم المصاحف العثمانية ظفر بأمور كل واحد منها يجعله جديرا بالتقدير ووجوب الاتباع. تلك الأمور هي إقرار الرسول صلى الله عليه وسلم عليه وأمره بدستوره. وإجماع الصحابة ثم إجماع الأمة عليه بعد ذلك في عهد التابعين والأئمة المجتهدين" ترجمہ: مصاحفِ عثمانیہ کے رسم کو ایسے متعدد شرف حاصل ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اس کے قابلِ تعظیم اور واجب الاتباع ہونے کے لیے کافی ہے۔ یہ امور یہ ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رسم پر تصویب اور اسی کو دستور بنانے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا

اس پر اجماع، پھر اس کے بعد پوری امت کا اس پر اجماع، جو تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور تک مسلسل قائم رہا۔ **(مناھل العرفان، ج 01، ص 378، الناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ)**

مناہل العرفان میں ہے: "أن مصطلح الخط والكتابة في عصرنا عرضة للتغيير والتبديل. ومن المبالغة في قداسة القرآن حمايته من التغيير والتبديل في رسمه" ترجمہ: ہمارے زمانے میں خط اور کتابت کے طریقے تغیر و تبدل کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی تعظیم و تقدیس کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے رسم الخط کو ہر قسم کی تبدیلی اور ردوبدل سے محفوظ رکھا جائے۔ **(مناھل العرفان فی علوم القرآن، ج 01، ص 398، الناشر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاہ)**

مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ فتاویٰ نعیمیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "قرآن کریم تلاوۃ وکتابۃ ہر طرح محفوظ ہے، جس طرح اس کی عبارت کو بدلنا جائز نہیں اور وہ قرآن نہ ہوگا، اسی طرح اس کا رسم الخط بدلنا جائز نہیں کہ وہ قرآن کی تحریر نہ ہوگی۔ ہندی یا انگریزی تو دور کا سوال ہے، یہاں خط نستعلیق میں قرآن لکھنا منع ہے، نسخ میں ہی لکھا جائے گا اور نسخ میں اسی طرح اسی روش سے جس طرح منقول ہوتا چلا آرہا ہے۔"

چند عبارات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "جبکہ رسم الخط میں اس قدر پابندی ہے تو ہندی یا انگریزی رسم الخط میں لکھنا تو صریح تحریف ہے کہ اولا تو اوپر ذکر کی ہوئی پابندیوں کے خلاف ہے دوم سین، صاد، ثاء میں اسی طرح ق اور ک میں، ز، ذ، ظ میں فرق بالکل نہ ہوسکے گا، مثلاظاہر کے معنیٰ ہیں ظاہر اور زاہر کے معنیٰ ہیں چمکدار یا تروتازہ، اب اگر انگریزی میں آپ نے Zahir لکھا تو کیسے معلوم ہوا کہ ظاہر ہے یا زاہر، غرضیکہ اوصاف الفاظ تو درکنار خود حروف ہی منقلب ہوجائیں گے اور معنیٰ ہی ختم۔" **(فتاویٰ نعیمیہ، ص 83، نعیمی کتب خانہ، گجرات)**

ضرورت تعلیم والے اشکال کے متعلق علامہ ابن حجر مکی متوفی 974ھ "الفتاوى الفقهية الكبرى" میں فرماتے ہیں: "وزعم أن كتابته بالعجمية فيها سهولة للتعليم كذب مخالف للواقع والمشاهدة فلا يلتفت لذلك على أنه لو سلم صدقه لم يكن مبيحا لإخراج ألفاظ القرآن عما كتبت عليه، وأجمع عليها السلف والخلف" ترجمہ: یہ کہنا کہ غیر عربی رسم الخط میں قرآن لکھنے سے لوگوں کو قرآن سیکھنے میں آسانی ہوگی، ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو حقیقت اور مشاہدے کے خلاف ہے، اس لیے اس دلیل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس میں کسی درجے کی سہولت موجود ہے، تب بھی محض سہولت کی بنیاد پر قرآنِ مجید کو اس رسم الخط سے ہٹانا، جائز نہیں جس پر اسے ابتدا سے لکھا جاتا رہا ہے اور جس پر امت کے متقدمین و متأخرین کا اجماع منعقد ہوچکا ہے۔

(الفتاوی الفقھیۃ الکبری، ج 01، ص 38 الناشر المکتبۃ الإسلامیۃ)

خاص نماز کی تعلیم سے متعلق، کتاب مجلس شرعی کے فیصلے میں ہے: "عہد صحابہ اور اس کے بعد پوری دنیا میں اسلام پھیلا مگر کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، حالانکہ صحابہ و تابعین کو نہ جانے دوسری کتنی زبانوں سے سابقہ پڑا مگر قرآن جوں کا توں رہا اور رشد و ہدایت کے جوہر لٹاتا رہا۔ عہد رسالت سے اب تک ہر دور میں پڑھے اور بے پڑھے ہر طرح لوگ اسلام لاتے اور قرآن سیکھ کر اپنے

فرائض ادا کرتے رہے آج یہ کیوں نہیں ہوسکتا؟ زبانی سن کر اور سیکھ کر بھی عمل کیا جاسکتا ہے، عہد رسالت وصحابہ میں بے شمار امی اسلام لائے اور زبانی سیکھ کر قرآن کی قراءت کی، (پھر) ایسا عجمی بھی اسلام لاسکتا ہے جو اپنی زبان لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اس کے لیے کیا صورت ہوگی؟ ہمارے مذہب میں نو مسلم کے لیے ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب تک دو تین سورتیں نہیں سیکھ لیتا اپنی نماز میں کسی قاری کی اقتدا کرے، علاوہ ازیں اگر غیر عربی قرآن کا رواج ہوا تو انجام یہ ہوگا کہ اصل قرآن کا وجود نادر اور صرف لائبریریوں کی زینت بن کر رہ جائے گا۔" **(مجلس شرعی کے فیصلے، ج03، ص106/100، اکبر بک سیلرز)**

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

تاریخ اجراء: 20 ذو الحجۃ الحرام 1447ھ/06 جون 2026ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net